فکر و نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن فہمی کے لیے

موقع و محل...؟

ہماری زبان کا ایک لفظ ہے "گولی" ــــ سپاہی چور سے کہتا ہے "اگر بھاگنے کی کوشش کی تو گولی ماردوں گا" ــــ درزی شاگرد سے کہتا ہے "بساطی کی دوکان سے سلیٹی رنگ کی گولی لے آؤ" ــــ حکیم صاحب مریض کو مشورہ دیتے ہیں کہ "گولی کھالو، درد دُور ہو جائے گا!"

غور فرمائیں، سطورِ بالا میں "گولی" کا لفظ لڑائی، سلائی اور دوائی کے مختلف عنوانوں میں استعمال ہوا ہے۔ سپاہی کے ذکر میں ہم سمجھ لیتے ہیں کہ گولی سے مراد بندوق کی گولی ہے، درزی کے ذکر میں اس سے مراد دھاگے کی گولی ہے، اسی طرح حکیم صاحب کے ذکر میں اس سے مراد دوائی کی گولی ہے۔

گویا لفظ "گولی" کا مفہوم جب ہم موقع و محل کے مطابق متعین کرتے ہیں تو وہ سو فیصدی ٹھیک ہوتا ہے، اس میں غلطی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ جبکہ محلِ استعمال کو نظر انداز کر کے مفہوم متعین کرنے پر وہی مثال صادق آئے گی کہ حکیم صاحب تو مریض کو مشورہ دیتے ہیں کہ گولی کھالو سر درد دُور ہو جائے گا اور مریض تھری ناٹ تھری کی گولی کھانے کو تیار ہو جاتا ہے کہ نہ سر رہے نہ سر درد!

ــــ یہی حالت ہے عربی زبان میں لفظِ "صلوٰۃ" کی، جو قرآنِ کریم کے مختلف مقامات

پر مختلف اور متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے اور ہر مقام پر موقع و محل کے مطابق الگ الگ معنے دیتا ہے ـــــ مثلاً :

۱۔ "إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"۔ ـــــ میں "يُصَلُّوْنَ" کے لیے "رحمتِ خداوندی" کا مفہوم نمایاں ہے۔

۲۔ "اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ ـــ الآية"! میں صلوٰۃ کے حکم کو ایک وقت سے وابستہ کیا گیا ہے ۔لہٰذا اس سے صلوٰۃِ موقّت یعنی نماز مراد ہے۔

۳۔ "يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ" ـــ نیز :

۴۔ "يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" میں جاندار اور بے جان چیزوں کی صلوٰۃ و تسبیح کا ذکر ہے ـــــ چنانچہ جاندار میں گائے بھینسوں کی صلوٰۃ دودھ کی نہریں بہانا، گھوڑے کی صلوٰۃ و تسبیح مسافت طے کرنا، گدھے کی صلوٰۃ بوجھ اٹھانا ـــــ اور بے جان میں سورج کی صلوٰۃ روشنی اور گرمی پہنچانا، جبکہ چاند کی صلوٰۃ اپنے مدار پر بدستور چلنا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ کا ایک معنیٰ "فرض منصبی" بھی ہے۔

(ملخصاً رسالہ "الصلوٰۃ" شائع کردہ ادارہ بلاغ القرآن۔
دار القرآن ۱۱۰۔ این سمن آباد، لاہور)

قارئین کرام، یہ ہے تفسیر قرآنی کا وہ انداز، جو آج چودہ صدیاں بعد ادارہ "بلاغ القرآن" نے دریافت کیا ہے اور جس سے اس ادارہ کے چند متعلقین و متبحرین فی الجہل کو چھوڑ کر پوری دنیائے اسلام اب تک محروم رہی ہے ـــ یعنی

ع جملہ عالم یک طرف آں شوخ تنہا یک طرف!

دراصل یہ وہ لوگ ہیں، جو قرآن مجید کو اُس شخصیت سے بہر حال الگ کر دینا چاہتے ہیں کہ پورا قرآن جس کے اسوۂ حسنہ میں یوں پرویا ہوا ہے جیسے طلائی زنجیر میں سچے موتی ـــــ اور اگر اس زنجیر کو الگ کر دیا جائے تو اس کے جملہ جواہر بکھر کر

رہ جائیں گے۔ —— پھر یہی وہ صورتِ حال ہوگی کہ اعدائے اسلام صدیوں سے جس کے منتظر ہیں۔ تا کہ یہ کتاب، جسے "ھُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ" اور "ھُدًی لِلنَّاسِ" ہونے کا شرف حاصل ہے، نہ صرف بازیچۂ اطفال بن جائے، بلکہ اس کے حاملین و عاملین بھی اپنی دنیاوی زندگی میں کنگال اور اخروی سعادتوں سے محروم و نامراد ہو کر رہ جائیں —— لیکن

قرآنِ مجید کا یہ چیلنج، تاقیامت ان کے لیے چیلنج ہی رہے گا کہ:

"یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ؛"

؎ "نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!"

منکرینِ حدیث، حدیث کا انکار کر کے عجیب مخمصے میں گرفتار ہیں، کہ ایک طرف تو وہ قرآنِ مجید کو "وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ" کی حامل شخصیت کے بغیر سمجھ لینا چاہتے ہیں، اور دوسری طرف انہیں قرآن فہمی کے لیے اُردو زبان کے ایک لفظ "گولی" کا سہارا لینا پڑا ہے۔ پھر اس کے لیے موقع و محل کی قید بھی لگائی ہے، لیکن یہ سوچنے کی توفیق میسر نہیں ہوئی کہ آیاتِ قرآنی کے لیے یہی موقع و محل تو سنتِ رسولؐ ہے۔ چنانچہ لفظ "گولی" کا مفہوم اگر موقع و محل کی مناسبت کے بغیر متعین نہیں ہو سکا، ہاں سپاہی کے ذکر سے ہم نے یہ سمجھا کہ بندوق کی گولی ہے، درزی کے ذکر نے اسے دھاگے کی گولی سے تعبیر کیا، اور حکیم صاحب کے حوالے سے ہم نے اسے دوائی کی گولی سمجھا ہے، تو سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر "صلوٰۃ" کا مفہوم کیونکر متعین ہو سکے گا؟

—— یہی بات تو حاملینِ کتاب و سنّت انہیں ایک مدّت سے سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ الفاظِ قرآنی کے مفہوم کو اس موقع و محل کے مطابق متعین کیا جائے گا تو یہ مفہوم سو فیصدی ٹھیک ہوگا اور اس میں غلطی کا شائبہ تک نہیں پایا جائے گا۔ ورنہ یہ "نیم حکیم خطرہ جان" کی طرح "نیم ملا خطرہ ایمان" والی بات

ہو گی ـــــ لیکن زبان سے اقرار کرنے کے باوجود ان کی الٹی کھوپڑی میں یہ بات کسی طرح بیٹھ ہی نہیں پاتی، کہ اللہ، علیم و حکیم نے یہ نسخۂ کیمیا (قرآنِ مجید) لوگوں کو، ان کے روحانی امراض سے شفایابی کے لیے، براہِ راست عطا نہیں فرمایا، بلکہ یہ اللہ ربّ العزّت کے نمائندے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے انہیں ملا ہے۔ چنانچہ اس کے استعمال کے لیے، اسی نسخہ میں یہ ہدایت بھی موجود ہے کہ:

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا!"

کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ تمہیں دیں، وہ لے لو، اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو!"

لہٰذا اسے سمجھنے کے لیے اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایات کو بالائے طاق رکھ دیا جائے گا (یا ادارہ بلاغ القرآن کی زبان میں اس کے محلِ استعمال کو نظر انداز کیا جائے گا) تو انکارِ حدیث کے مریضوں کے لیے یہ نسخۂ شافی واقعی بے تکری ناٹ بکری کی گولی ثابت ہو گا ـــــ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ـــــ الآية!" ـــــ جس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

منکرینِ حدیث نے قرآنِ مجید کو مکمل، مفصل اور بے محتاج، نیز ایک ایسی کتاب کہا ہے، جو اپنے مخصوص اسلوبِ بیان ـــــ تصریفِ آیات ـــــ کے ذریعے اپنے معانی خود بتلاتی چلی جاتی ہے (ص ۳ رسالہ مذکور) ـــــ لیکن ان دعووں کے باوجود ان کی بے بسی کس قدر دیدنی ہے کہ اس کتاب کی ایک آیت کے ایک لفظ "الصّلوٰۃ" کے مفہوم کو متعین کرنے کے لیے انہوں نے اپنے اس رسالہ کے (۲۰×۳۰/۸ سائز کے) پورے دس صفحات سیاہ کر دیے ہیں۔ اور بے شمار الٹی سیدھی قلابازیاں کھانے کے باوجود وہ اپنی اس کوشش میں نامراد ہی رہے ہیں ـــــ چنانچہ پہلے ذرا اس "بے محتاجی" اور "خود بخود معانی بتلانے" کا ایک مختصر نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

ـــــ رسالہ "الصّلوٰۃ" کے مصنف "إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ" کا مفہوم یوں دریافت فرماتے ہیں:

"إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ" (۵۶/۳۳) سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ اور ملائکہ کی "صلوٰۃ علی النبی" کیا ہے؟

اس سوال کا جواب اس آیت سے چند آیات پیشتر آئی ہوئی آیتِ ذیل سے خود بخود واضح ہو رہا ہے:

"هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ——— الاٰية." (۴۳/۳۳)

اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ نور کیا ہے؟ اس کا جواب آیتِ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ!" ۵/۱۴ (رسالہ مذکور ص۴، ص۵)

——— اور اس پر جو سوال پیدا ہوتا ہے، بلکہ صفحہ سات تک جو پیدا ہوتے ہی چلے جاتے ہیں ——— ان کا سلسلہ تیسویں پارہ کی سورۂ نصر، آیت ذیل تک پھیل گیا ہے:

"اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا!"

(ص۷)

تاہم اس پر کچھ سوالات ہماری طرف سے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ سورۃ الاحزاب ۳۳ کی آیت ۵۶ کے ایک لفظ "الصلوٰۃ" کا مفہوم تلاش کرنے کے لیے، اسی سورہ کی آیت ۴۳ کو پڑھنا ہو گا اور آیت ۴۳ کے لیے سورۂ ابراہیم ۱۴ کی آیت ۵ کو دیکھنا ہو گا ——— آخر کیوں؟ ——— آپ پر یہ وحی کب نازل ہوئی تھی کہ سورۂ احزاب کی آیت ۵۶ کو اسی سورہ کی آیت ۴۳ کی طرف لے جائیے اور آیت ۴۳ کو سورۂ ابراہیم کی آیت ۵ پر لوٹائیے؟ ——— ورنہ یہ بتائیے کہ یہ ہدایات قرآنِ مجید میں کہاں مذکور ہیں؟ ——— ذرا اُس آیتِ قرآنی کی نشاندہی فرمائیے، جس کا یہ ترجمہ ہے؟ ——— اور اگر جواب نفی میں ہے اور یہ سب کچھ آپ نے اپنی طرف سے پیش کیا ہے تو خدا کی اس "بے محتاج" کتاب کو آپ نے اپنا محتاج

کیوں بنا ڈالا ہے ؟

— آپ نے ص۱۹ پر لکھا ہے کہ :

"وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" (۱۶/۸۹)

= اے رسول صلعم[1]! ہم نے آپ پر ایک اکلوتی کتاب نازل فرمائی ہے (جو غیر اللہ کی کتابوں کی محتاج نہیں بلکہ ہر مسئلہ کو) کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے!"

اس ترجمہ پر ہمارا پہلا اعتراض یہ ہے کہ "اکلوتی" اس آیتِ کریمہ کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ — اسی طرح بریکٹ میں درج شدہ یہ الفاظ کہ "یہ غیر اللہ کی کتابوں کی محتاج نہیں"، کہاں سے نازل ہوئے ہیں؟ — اور دوسرا اعتراض یہ کہ اگر یہ کتاب، غیر اللہ کی کتابوں کی محتاج نہیں، مفصّل بھی ہے اور اپنے معانی خود بخود بتلاتی چلی جاتی ہے تو آپ کو اس کے ایک لفظ "الصّلوٰۃ" کی تفصیل اور معانی بتلانے کے لیے "الصّلوٰۃ" کے عنوان سے چھپن ۵۶ صفحات کا یہ رسالہ لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی ؟ — کیا آپ غیر اللہ میں شامل نہیں ہیں ؟— یا خود خدائی کا دعوٰی مقصود ہے ؟ — اس سے دو سطور قبل آپ نے اس کتاب کو "روایات کا محتاج ماننے" سے بھی انکار کیا ہے۔ حالانکہ یہ کتاب خود بھی ہمیں روایت ہی کے ذریعہ ملی ہے، اور اسی قرآنِ مجید میں یہ بات بھی موجود ہے کہ "اے نبیؐ، ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف نازل فرمائی ہے تاکہ آپ اسے لوگوں کے سامنے بیان کریں" — لیکن جس کا انکار کرکے آپ اپنے تئیں اہلِ قرآن بتلانے کے باوجود، منکرِ قرآن ٹھہرتے ہیں! — پھر رسول اللہؐ کی محتاجی آپ کو گوارا نہیں، لیکن اُدھر ہم نے ثابت کیا ہے کہ آپ نے اسے اپنا محتاج بنا ڈالا ہے — گویا جہاں بے محتاجی کا دعوٰی باطل ہو گیا، وہاں "غیر اللہ" کے زمرہ سے باہر نکلنے کی حماقت، اور رسالت کے تخت پر خود بیٹھنے کی جسارت بھی موجود ہے — یعنی خود ہی خدا بھی اور رسول بھی! — اب یہ بتلائیے کہ ان الفاظ کی ضرورت کیا باقی رہ گئی کہ، "اے رسول صلعم، ہم نے آپ پر ایک اکلوتی کتاب نازل فرمائی ہے!"

[1] ادارہ بلاغ القرآن، انبیاء علیہم السلام کے نامِ نامی کے ساتھ "علیہ السلام" اور آپؐ کے نامِ نامی

ظاہر ہے، اس کتاب کو نازل فرمانے والی اللہ رب العزت کی ذات والا صفات ہے، اور جس پر یہ کتاب نازل کی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک ہستی ہے، لیکن یہاں آپ خود ہی مرکزِ ملت (خدا اور رسول) بن گئے تو پرویز صاحب سے آپ کو بیر کس لیے ہے؟ اور قرآن بحیثیت قرآن باقی کہاں رہ گیا؟ علاوہ ازیں اگر مفہوم کی تلاش میں ایک ایسے الفاظ ہی تلاش کرنے ہیں تو اوپر آپ کے نمونۂ تصریفِ آیات میں "یُصَلُّوْنَ" اور "نُوْر" کے علاوہ بھی کئی الفاظ ہیں جو دیگر آیاتِ قرآنی کے الفاظ سے مشترک ہیں، ان کا مفہوم کیا ہوگا؟ ___ اپنے اس دماغی فتور کو آپ تصریفِ آیات کا نام دیتے ہیں اور توقع یہ رکھتے ہیں کہ ایک دنیا

کے ساتھ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے بجائے "سلامٌ علیہ" کہنے کا قائل ہے۔ جس کا مخفف وہ "سعہ" لکھتا ہے۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ یہ قرآنی سلام ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے:

"وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ؁ سَلَامٌ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ $\frac{37}{109}$ سَلَامٌ عَلٰى مُوسٰى وَهٰرُونَ $\frac{37}{120}$ سَلَامٌ عَلٰى إِلْيَاسِينَ $\frac{37}{130}$۔ وغیرہ!"

جبکہ "صلی اللہ علیہ وسلم" اور درودِ ابراہیمی پر اسے یہ اعتراض ہے کہ "قرآن تو کہتا ہے، اے ایمان والو، ہمارے نبی پر صلوٰۃ کیا کرو، لیکن بجائے اس تعمیلِ حکم کے، اللہ کا حکم اسی کو واپس لوٹا دیا جاتا ہے کہ تو صلوٰۃ کر (ہم کیوں کریں؟)" (ملخصاً)

___ لیکن اس استدلال پر ہمارا اعتراض یہ ہے کہ سورۂ صافات کے مذکورہ مقامات پر ان جملہ سلاموں کی نسبت اللہ رب العزت نے اپنی طرف فرمائی ہے ___ چنانچہ فرمایا:

"وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلٰى إِبْرٰهِيمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ!"

مذکورہ سلام ان مقامات پر ایسے ہی سیاق و سباق کے ساتھ وارد ہوئے ہیں، لہٰذا یہ سلام تو خود اللہ رب العزت بھیج رہے ہیں، پھر ادارہ بلاغ القرآن نے آپ پر کونسا سلام بھیجا؟ جبکہ قرآن فرماتا ہے: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے ایمان والو، تم بھی اس پر صلوٰۃ اور سلام بھیجا کرو!" ___ "سلام علیہ" میں اولاً تو بندوں کی طرف سے سلام کا فریضہ ادا نہ ہوا، کیونکہ یہ اللہ کا سلام ہے ___ اور اگر یہ فریضہ ادا ہو گیا تو یہ تو صرف "سَلِّمُوْا" کے حکم کی تعمیل ہے، "صَلُّوْا عَلَيْهِ" کی تعمیل کیونکر ہوئی؟ ___ فَمَا جَوَابُكُمْ؟ ___ جبکہ ہمارا سلام ہمیں سنتِ رسول کے ذریعے ملا ہے!

آپ کی حماقتوں سے بے خبر، آپ پر ایمان لے آئے گی؟ ـــــ حالانکہ آپؐ کے سواس ہی قائم نہیں ہیں۔ صفحہ ۱۱ پر آپ نے فرمایا ہے:

"قرآن کریم نے صلوٰۃ کے حکم کو بعض مقامات پر دن رات کے کچھ وقتوں کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے، اس لیے اسے صلوٰۃِ مؤقت کہا جاتا ہے، عرفِ عام میں اسے نماز کہتے ہیں!"

اور صفحہ ۷۴ پر ارشاد ہوا:

"وَاِذَا جَاءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا" (۶/۵۴) = اے رسول! جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات کے ساتھ خشوع کرتے ہیں، یعنی نماز پڑھتے ہیں!"

یہاں صلوٰۃِ مؤقت چھوڑ، صلوٰۃ کا لفظ بھی موجود نہیں، لیکن اس کا ترجمہ "خشوع کرتے ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں" کر دیا گیا ہے۔ جبکہ ص۴۸ پر لکھا ہے:

"قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ" ۲۳/۱-۲ = کامیاب ہوئے وہ مومن جو اپنی صلوٰۃ میں خشوع کرنے والے ہیں" لہٰذا ثابت ہوا کہ جو لوگ آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ آپ صلوٰۃ کے بعد انہیں مخاطب کر کے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ فرمایا کرتے تھے۔"

ـــــ غور فرمائیے، ص۷۴ پر "يُؤْمِنُوْنَ" کا معنیٰ "خشوع کرنا یعنی نماز پڑھنا" ہے۔ لیکن ص۴۸ پر "خاشعون" کا معنیٰ بھی "خشوع کرنا" ہے ـــــ اور "خشوع" کا معنیٰ چونکہ "یعنی نماز پڑھنا" بھی ہے۔ لہٰذا "اپنی صلوٰۃ میں خشوع کرتے ہیں" کا معنیٰ ہوا، "جو اپنی نماز میں نماز پڑھتے ہیں" ـــــ فیا للعجب!

ـــــ اب ایک طرف اس نماز، نماز کی تکرار کو دیکھئے اور دوسری طرف مذکورہ بالا دونوں آیتوں کو دیکھئے، پہلی آیت میں "صلوٰۃ" کا لفظ سرے سے موجود ہی نہیں، اور دوسری آیت میں "صلوٰۃ" کا لفظ کسی خاص وقت سے وابستہ نہیں، پھر یہاں نماز کا ذکر کہاں سے ٹپک پڑا؟ اور صفحہ ۱۱ کا مزعومہ اصول کیا ہوا! عجیب تر بات یہ ہے کہ دوسری آیت کے تحت آپ نے نماز کے ایک رکن

"سلام"، کا مسئلہ بھی حل کر کے رکھ دیا ہے کہ قرآنی سلام "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" ہے۔ حالانکہ آپ کے اپنے ہی اصول کے مطابق یہاں "نماز" معنیٰ مراد لینے کی کوئی تک ہی نہیں! ــــ اس پر مستزاد یہ کہ نماز باجماعت کا مذکورہ سلام الگ ہے اور تنہا نماز پڑھنے والے کا سلام الگ، یعنی "سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ" ــــ کیا یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ منفرد اور باجماعت نماز میں سلام کی یہ تفریق قرآنِ مجید میں کہاں مذکور ہے؟

ــــ ادھر ص۳۸ پر ارشاد ہوتا ہے:

"فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ" [۱۱]

= افسوس ہے ان نمازیوں پر جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں!"

یہاں "مُصَلِّينَ" اور "صَلَوٰتِهِمْ" دونوں میں سے کوئی بھی نہ تو کسی وقت سے وابستہ ہے اور نہ ہی کوئی موقع و محل موجود ہے۔ لیکن دونوں مقامات پر ان سے نماز مراد لی گئی ہے ــــ آخر کیوں؟

ــــ اب بتلائیے کہ اس قدر ورق سیاہ کرنے کے بعد بھی "الصَّلوٰة" کا مفہوم کیا واقعی متعین ہو گیا ہے؟ اور اب بھی آپ کی نامرادی میں کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے۔

الغرض، آپ نے اس "بے محتاج" ــــ "مفصل" ــــ اور "اپنے معانی خود بتانے والی کتاب" کے ایک لفظ "الصَّلوٰة" کی تفصیل خود بیان کر کے اس کے "مفصل" ہونے پر ضربِ کاری لگائی اور اس "بے محتاج" کو اپنا محتاج بنا لیا ــــ جبکہ آپ خود بھی اس کے معانی بتلانے میں "بے محتاج" نہیں ہیں، چنانچہ جگہ جگہ لغت کی کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں ــــ پھر اس قدر کھینچا تانی اور من مانے معانی بتلا کر "اپنے معانی خود بتلانے" کی بھی خود ہی تردید فرمائی، جابجا اپنے ہی وضع کردہ اصولوں کو پامال کیا ــــ اس کے باوجود آپ کو یہ زعم ہے کہ قرآنِ مجید کے تنہا ٹھیکیدار آپ ہی ہیں۔ کیا پوری دنیائے اسلام کی ہدایت کی حامل کتاب سے یہی سلوک ہونا چاہئے تھا؟ ــــ ہاں ذرا قرآنِ مجید ہی سے یہ بھی دکھلا دیجئے کہ "صحیح تفسیر کا منبع صرف ادارہ بلاغ القرآن لاہور ہے"؟ ــــ لگے ہاتھوں یہ بھی ارشاد فرمائیے کہ قرآنِ مجید میں کہاں یہ مذکور ہے

کہ یہ روایات کا محتاج نہیں؟ ۔۔۔ اور اگر روایات اسی قدر غیر معتبر ہیں تو آپ کو کس نے یہ بتلایا، یہ قرآنِ مجید اللہ کی کتاب ہے؟ ۔ ظاہر ہے، اس کے لیے کوئی بیرونی شہادت چاہیے! ۔۔۔ اس پر اگر آپ اپنا نام لیں تو رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ کو کیا خامی نظر آئی کہ جن کی داستانیں اسی قرآنِ مجید میں جابجا بکھری پڑی ہیں؟ جبکہ آپ کے ادارہ "بلاغ القرآن" کا نام تک اس میں کہیں مذکور نہیں! ۔۔۔ خود آپ بھی تو فرماتے ہیں کہ جملہ "اللہ اکبر" قرآن میں کہیں موجود نہیں، لہٰذا غلط ہے، اور تمام مسلمان نماز میں ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جاتے ہوئے "اللہ اکبر" کہتے ہیں تو غلط کرتے ہیں ۔۔۔ چنانچہ ص۳۶ پر آپ نے سرخی جمائی ہے:

"جملہ اللہ اکبر قرآن میں نہیں!"

ص۳۷ پر ارشاد ہوتا ہے:

"ادارہ بلاغ القرآن اپنے اس فرض سے غافل نہیں۔ وہ اس جملے کی حقیقت سے عوام کو روشناس کراتا رہتا ہے کہ اس غیر قرآنی جملہ سے پرہیز واجب ہے۔"

۔۔۔ لیکن ہم نے عرض کیا نا، خود ادارہ "بلاغ القرآن" کا نام قرآن میں کہیں موجود نہیں ہے، لہٰذا غلط ہے! تو پھر اس کی تفسیرِ قرآن کیونکر صحیح ہو سکتی ہے؟ ۔۔۔ علاوہ ازیں آپ کا یہ دعویٰ بھی غلط کہ قرآنِ مجید میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے، جس کو ثابت کرنے کے لیے آپ کے مریدانِ باصفا "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" کی تلاوت فرماتے رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" اسی وقت بنتا ہے، جب اس کے ساتھ "وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ" سے موصوف شخصیت کے بیان کو شامل کیا جائے گا ۔۔۔ یہ مفصل بھی اسی صورت میں بنتا ہے، اور یہ لغت کے لیے سند اور حاکم بھی بایں طور کہا جائے گا۔ اور جبھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "علومِ صرف و نحو قرآنِ مجید کے لیے علومِ خادم کی حیثیت رکھتے ہیں" جیسا کہ آپ نے بھی ص۲ پر تحریر فرمایا ہے، ورنہ آپ پنجابی یا اردو بولنے والے قرآنِ مجید کو کیونکر سمجھیں گے تاکہ یہ مخدوم بن کر آپ کے ذریعے علومِ خادم سے خدمت لے۔ جبکہ خود آپ کو لغت کے بغیر چارۂ کار ہی نہیں ہے ۔۔۔ اور اس طرح آپ اپنے ہی اس جال میں الجھ کر رہ جائیں گے، جس کا ادنیٰ نمونہ آپ نے سطورِ بالا میں ملاحظہ فرمایا کہ اس بے محتاج کتاب کو سمجھنے کے لیے لغت سے استفادہ بھی کرتے ہیں اور اسے لغت پر

حاکم بھی قرار دیتے ہیں ـــ اسے مفصل بھی کہتے ہیں اور خود ہی اس کی تفصیل بھی بیان کرتے ہیں ـــ اور اس جال کا ایک حلقہ یہ بھی ہے کہ جملہ "اللہ اکبر" اگر اس لیے غلط ہے کہ قرآن میں موجود نہیں، تو کلمہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" سے متعلق کیا فتوٰی صادر ہوتا ہے؟ کہ یہ بھی قرآن میں موجود نہیں، اب اس حلقہ سے ذرا باہر نکل کر دکھائیے، "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" والا معاملہ ہے یا نہیں؟ ـــ ذرا کہیئے اس کلمہ کو غلط، اور کیجئے اس غیر قرآنی جملہ سے پرہیز، اس کے ساتھ ہی ساتھ عوام کو بھی اس سے روشناس کرائیے، کیونکہ آپ اپنے فرض سے غافل نہیں ہیں، "اما بعد، دیکھئے، نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

ـــ اور اگر آپ یوں ہاتھ پاؤں ماریں گے کہ یہ کلمہ الگ الگ قرآن مجید میں موجود ہے، تو ہمارا جواب یہ ہے کہ جملہ "اللہ اکبر" بھی الگ الگ قرآن میں موجود ہے، لہٰذا صحیح ہے! ـــ اس طرح ہم تو بری الذّمہ ہو گئے، لیکن آپ فرمائیے قرآن مجید میں یہ کہاں مذکور ہے کہ حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کے لیے کلمہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کا اقرار کرنا ضروری ہے؟ ـــ ورنہ اس کی بھی تردید فرمائیے! ـــ رہی بات جملہ "اللہ اکبر" کو صرف نحو کی سان پر چڑھانے کی، تو ہمارے نزدیک قرآن کی طرح رسول اللہ کی سنّت بھی لغت پر حاکم ہے جس نے ہمیں یہ جملہ بتایا ہے، اور تمام علمائے صرف و نحو اور ائمہ لغت ہمیں اُس رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کا پانی بھرتے نظر آتے ہیں، جس کی نافرمانی آپ کو جہنم میں بھی پہنچا سکتی ہے! ـــ اور اگر آپ کی خانہ ساز لغت میں "جہنم" کے معنی کسی خوشگوار مقام کے ہوں تو ہماری طرف سے اس دعائے خیر پر ہمارا شکریہ ادا کیجئے، ورنہ اس "گولی" کو ہی "گولی" مار دیجئے، جسے آپ نے ادارہ بلاغ القرآن کی لغات القرآن سمجھ لیا ہے اور رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قائم مقام! ـــ آہ! "ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ" کی یہ کتنی دردناک تصویر ہے؟ ـــ
ـــ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ!

اور یہ فرضِ منصبی بھی خوب ہے، "اونٹ کی صلوٰۃ ریگستان میں سفر کرنا"،

گائے بھینسوں کی صلوٰۃ دودھ کی نہریں بہانا، گھوڑے کی صلوٰۃ و تسبیح مسافت طے کرنا اور گدھے کی صلوٰۃ بوجھ اٹھانا —— سبحان اللہ، آپ کو یہ کس نے بتا دیا کہ ان جانوروں کی تسبیح و صلوٰۃ، ان کے یہی "فرائضِ منصبی" ہیں؟ —— فرائضِ منصبی الگ بھی ہو سکتے ہیں اور تسبیح و صلوٰۃ الگ، خواہ اس کی کیفیت کچھ بھی ہو، اور جس کو جاننے کے ہم مکلف نہیں —— ان کی صلوٰۃ و تسبیح کا معنیٰ فرضِ منصبی تو جبھی درست ہو سکتا ہے، جب قرآن نے یہ بتلایا ہو کہ ان کی تسبیح و صلوٰۃ اور فرضِ منصبی دونوں ایک ہی چیز ہیں —— اور پھر فرائضِ منصبی بھی آپ نے اپنی مرضی کے پسند فرما لیے ہیں، گدھے کی صلوٰۃ اگر "بوجھ اٹھانا" ہے تو "دولتی جھاڑنا" بھی تو اس کی صلوٰۃ ہو سکتی ہے، جس سے آپ کو بھی شاید اپنی زندگی میں سابقہ پیش آیا ہو گا، چودہ طبق ہی تو روشن ہو گئے ہوں گے، پھر اس قدر زبردست "فرضِ منصبی" کو آپ نے کیوں فراموش کر دیا؟ —— سنو، اے رسول اللہ کے مقدس فرامین کا مذاق اڑانے والو، ہمارے دل میں تمہارے لیے احترام کا ایک شمّہ بھی موجود نہیں ہے، اور روزِ قیامت بھی تم اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر کھاؤ گے کہ تم نے رسول اللہ سے عداوت کی ٹھان رکھی ہے:

"وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا!"

منکرینِ حدیث، تم حدیثِ رسولؐ کا انکار بھی کرتے ہو، لیکن اسی ذخیرہ سے قرآنِ مجید کے مفاہیم اخذ کرنے میں مدد بھی لیتے ہو —— حقیقت یہ ہے کہ یہ الٹا سیدھا جو کچھ بھی تم لکھ رہے ہو، متقدمین اہلِ علم کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ تم مانگتے بھی ہو اور کشکول بھی چھپاتے ہو، ورنہ نماز کی ایک شکلِ محسوس اگر تمہارے سامنے نہ ہوتی، تو تم "صرف قرآن" سے اس کا عشرِ عشیر بھی نہ دکھلا سکتے —— تم نے سنّت سے انکار یہ نعرہ لگا کر کیا کہ اس طرح فروعی اختلافات سے بچا جا سکتا ہے، لیکن اس انکار کی بدولت تم ان اصولوں سے بھی تہی دامن ہو گئے کہ فروعات میں ہزار الجھنے والے، ان پر آج بھی متفق ہیں۔ چنانچہ ان سب کے نزدیک نمازیں

پانچ ہیں، لیکن تم تین کے قائل ہو، علاوہ ازیں تمہارے ہی ساتھی جو چار کے قائل ہیں، وہ بھی قرآن ہی سے اس کا ثبوت دیتے ہیں، اس تین اور چار کا فیصلہ کون کرے گا؟ کسی اور کا دعویٰ اگر یہ ہو کہ قرآنِ مجید میں جتنی مرتبہ بھی صلوٰۃ، تسبیح اور ذکر کے الفاظ آتے ہیں، اتنی ہی نمازیں دن اور رات میں فرض ہیں، تو تم اس کا منہ کیسے بند کرو گے؟ —— کوئی اصول تو متعین ہے نہیں، اور یہی وجہ ہے کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی سے لے کر ادارہ بلاغ القرآن تک، تم کوئی متفقہ نماز امت کے سامنے نہیں پیش کر سکے —— اس کے برعکس تمام مسلمانوں کے نزدیک نمازیں پانچ ہیں، پانچوں وقت کی نمازوں کی رکعات متعین ہیں، رکوع اور سجدہ کی تسبیحات میں کسی کا اختلاف نہیں، پوری دنیا کے مسلمانوں کی نماز میں تکبیر انتقال "اللہ اکبر" ہے، تم "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا" پڑھتے ہو، اور "اللہ اکبر" کو غلط بتلاتے ہو۔ تمہارا اسلام، تسبیحاتِ سجدہ و رکوع تمام مسلمانوں سے مختلف ہیں، تعدادِ رکعت ہر نماز کی صرف دو، ہر رکعت میں سجدہ صرف ایک! —— گویا "سبیل المؤمنین" سے انحراف کرنے کے علاوہ تم نے قرآن ہی کے نام پر قرآن اور حدیث میں مغایرت پیدا کر دی تو قرآن ہی میں سے "يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ" کی پاداش میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا"[1] کا فتویٰ تحریفِ آیات کے بغیر تم پر عائد ہوتا ہے! —— علاوہ ازیں تم نے اپنے رسالہ "بلاغ القرآن" شمارہ اکتوبر ۱۹۸۴ء کے پورے ۹ صفحات میں "اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ" بخاری شریف کا یوں مذاق اڑایا ہے کہ ایک مسلمان کسی ہندو کی کتاب سے بھی ایسا سلوک نہیں کرتا —— تو کیوں نہ حکومتِ پاکستان سے یہ سفارش کی جائے کہ قادیانیوں کی طرح تمہیں کافر اقلیت قرار دے کر جلاوطن کر دیا جائے، تمہارے لٹریچر کو جلا دیا جائے اور رسول اللہ کے مقدس فرامین کا مذاق اڑانے والی زبانوں کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا جائے؟ —— وما علینا الا البلاغ!

(اکرام اللہ ساجد)

---

[1] النساء: ۱۵۰-۱۵۱